© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۲/۲۴، جولائی - دسمبر ۲۰۰۹ء

اداریہ

قرآن کا تصورِ عبادت اور ہمارا موجودہ رویہ

ظفر الاسلام اصلاحی

صراط مستقیم پالینا بڑی سعادت کی بات ہے اسی پر انسان کی حقیقی کامیابی منحصر ہے۔ ہر مومن کو اس کی طلب ہوتی ہے اور ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے ہم اس کی توفیق طلب کرتے ہیں۔ اسی دعا کے حوالہ سے یہ قول بہت مشہور ہے کہ پورا قرآن اسی کی استجابت وقبولیت ہے یا صراط مستقیم کی تفسیر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ پورا قرآن صراط مستقیم کی تفصیلات سے بھرا پڑا ہے، لیکن قرآن کی بعض آیات میں اس کی مختصر مگر بڑی جامع و دل نشیں تعبیر پیش کی گئی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (آل عمران/۵۱)

بے شک اللہ میرا رب ہے اور تم سب کا بھی رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم یا سیدھی راہ ہے۔

وَأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (یٰس/۶۱)

اور میری عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے۔

ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی بندگی اختیار کرنا ہی درحقیقت صراط مستقیم پر چلنا ہے۔ رہا یہ سوال کہ عبادت سے کیا مراد ہے، اس میں کون کون سے اعمال شامل ہیں یا یہ کہ بندگی بجالانا کسے کہتے ہیں؟ قرآن کریم اس باب میں بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے اور احادیث نبوی ﷺ میں بھی اس کی تشریح ملتی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید ساری دنیا کے لوگوں کے لئے یاددہانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ذکر للعٰلمین) ہے، اللہ کے بندوں کے لئے اللہ کی جانب سے بہترین نصیحت نامہ (موعظۃ من ربکم) ہے اور انسانوں کی بھلائی کی باتوں سے بھرا پڑا ہے۔ انہیں یاد رکھنا اور ان پر عمل کرنا اور دوسروں کو انہیں یاد دلانا نزولِ قرآن کی بنیادی غرض و غایت ہے۔ قرآن نے ایک جگہ اپنا یہ وصف بیان کرتے ہوئے انسان کو ایک نہایت قیمتی سبق جو یاد دلایا ہے وہ یہ کہ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے، اسے کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْریٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ. وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات/۵۵)

اور یاد دہانی کرتے رہو۔ بے شک یاد دہانی کرنا مومنین کو نفع دیتا ہے اور ہم نے جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ ہماری عبادت کریں۔

اس آیت سے یہ واضح پیغام ملتا ہے کہ انسان کو اس لئے پیدا کیا گیا تاکہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کی بندگی بجا لائیں۔ لفظ ''عبادت'' کی تشریح کرتے ہوئے مفسرین نے عام طور پر اس کے دو مفہوم بیان کئے ہیں۔ ایک پرستش و پوجا پاٹ اور دوسرے اطاعت و فرماں برداری۔ پہلے مفہوم کا اطلاق عام طور پر فرض عبادات اور ذکر و تسبیح پر کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے سے مراد زندگی کے تمام شعبوں میں احکامِ الٰہی کی پیروی اور تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل آوری ہے۔ اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ پہلا مفہوم بھی اس میں شامل ہے، اس لئے کہ دینِ اسلام ایک انتہائی جامع نظامِ زندگی کا علمبردار ہے۔ دین و شریعت کے تقاضوں کی تکمیل زندگی کے تمام شعبوں میں مطلوب ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ اطاعتِ الٰہی کو کسی خاص شعبہ تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح اللہ کے حکم کی تعمیل میں ایک صاحبِ ایمان کے لئے فرض عبادات کی بجا آوری لازمی ہے اسی طرح سماجی زندگی میں سب کے ساتھ کریمانہ و منصفانہ برتاؤ، سماج کے مختلف طبقے کے لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اور معاشی زندگی میں دیانت داری، ایمان داری اور امانت داری کا مظاہرہ بھی ضروری ہے بلکہ یہ باتیں فرض عبادت سے کم ضروری نہیں ہیں۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے بجا فرمایا ہے:

''غلط کہتا ہے جو کہتا ہے کہ یہ عبادت صرف تسبیح و مصلیٰ اور مسجد و خانقاہ تک محدود ہے۔ مومن صالح صرف اسی وقت اللہ کا عبادت گزار نہیں ہوتا جب وہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے اور بارہ مہینوں میں ایک مہینہ روزے رکھتا ہے اور سال میں ایک وقت زکوٰۃ دیتا ہے اور عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرتا ہے بلکہ درحقیقت اس کی ساری زندگی عبادت ہی عبادت ہے۔ جب وہ کاروبار میں حرام کے فائدوں کو چھوڑ کر حلال کی روزی پر قناعت کرتا ہے تو وہ کیا عبادت نہیں کرتا؟ جب وہ معاملات میں ظلم و جھوٹ اور دغا سے پرہیز کر کے انصاف اور راست بازی سے کام لیتا ہے تو کیا یہ عبادت نہیں ہے؟ جب وہ خلقِ خدا کی خدمت اور حق داروں کی حق رسانی کے لئے کمر بستہ ہوتا ہے تو کیا اس کی یہ سرگرمی عین عبادت نہیں ہوتی؟ جب وہ اپنے افعال و اقوال میں خدا کے قانون کی پیروی کرتا اور اسکے حدود کا لحاظ رکھتا ہے تو کیا اس کا یہ قول و فعل عبادت میں شمار نہ ہوگا؟ پس حق یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی پیروی اور اس کی شریعت کی اتباع میں انسان دین و دنیا کا جو کام بھی کرتا ہے وہ سراسر عبادت ہے۔ حتیٰ کہ بازاروں میں اس کی خرید و فروخت اور اپنے اہل و عیال میں اس کی معاشرت اور اپنے خالص دنیوی اشغال میں اس کا انہماک بھی عبادت ہے'' (سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیمات، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند، دہلی، ۱۹۶۸ء، ۱/ ۷۸-۷۹)۔

واقعہ یہ کہ مذکورہ بالا آیت میں جس عبادت کو تخلیقِ انسانی کا مقصد قرار دیا گیا ہے وہ صرف فرض عبادات کی بجا آوری تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر معاملہ میں پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ اطاعت الٰہی کا حق ادا کرنا صحیح معنوں میں اس کی بندگی بجالانا ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ عبادت کا لفظ ''عبد'' سے نکلا ہے جس کے معنی غلام یا مملوک کے ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کی غلامی میں ہوتا ہے تو کیا اس کا تقاضا صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک یا بعض معاملات میں اپنے آقا کا حکم ماننے اور دوسرے میں اس کی حکم عدولی کرتے ہوئے اپنی من مانی کرے؟ بلکہ سچ بات یہ ہے کہ کسی کا عبد یا غلام ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر بات میں اپنے آقا کی پیروی کرے، بلا چوں چرا اس کے ہر حکم کو پورا کرے اور اس کی خوشی کے لئے اپنی خواہشات کو قربان کردے۔ تو پھر سوچنے کی بات ہے کہ خالقِ دو جہاں، مالک الملک اور پروردگارِ عالم کے عبد یا بندہ ہونے اور اس کی بندگی اختیار کرنے سے کیا مقصود ہے؟ یہ بات غور طلب ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع میں نماز و روزہ کی پابندی کرے لیکن والدین، پڑوسی، اعزہ و اقرباء اور مساکین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہ ہو، کمزوروں و بے سہارا لوگوں پر ظلم و زیادتی کرے اور مال کے کمانے و خرچ کرنے میں احکامِ الٰہی و تعلیمات نبوی ﷺ سے بے پروا ہو جائے تو کیا اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت اور اس کی بندگی کا حق ادا کر رہا ہے اور عبودیت کے تقاضے پورے کرنے میں سنجیدہ ہے؟ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ کا بندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں اللہ کے حکم کے سامنے اپنی گردنِ اطاعت کو جھکا دے، روزمرہ زندگی میں بلا چوں چرا اس کی ہدایات کو اپنائے اور حقیقی آقا و مولیٰ کی رضا کی طلب میں اپنی خواہشات کی قربانی کے لئے ہمیشہ تیار رہے۔ واقعہ یہ کہ اللہ کا بندہ (عبداللہ) ہونا یا اس کی بندگی اختیار کرنا کوئی معمولی بات یا آسان کام نہیں، یہ بہت بلند مقام ہے جس تک انسان بڑے دشوار گزار مراحل سے گذر کر اور کٹھن آزمائشوں کو جھیل کر پہنچتا ہے اور جب کوئی شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب و مقرب بندہ بن جاتا ہے۔ بلا شبہ عبدیت انسان کی اعلیٰ ترین صفات میں سے ہے اس سے متصف ہو جانا اللہ کی انتہائی قربت نصیب فرماتا ہے۔ بقول مولانا محمد منظور نعمانیؒ ''جو بندہ عبدیت میں جتنا کامل ہے وہ اللہ سے اتنا ہی قریب اور ساری مخلوق سے اتنا ہی بلند ہے'' (درس قرآن مولانا محمد منظور نعمانی / ترتیب و تحقیق: عتیق الرحمٰن سنبھلی، الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ، ۲۰۰۴ء، ص ۳۴۰)۔

یہاں اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا برمحل معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں رسولِ اکرم ﷺ پر کسی عظیم انعام کا ذکر آیا ہے وہاں آپ ﷺ کے لئے ''عبد'' ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے خواہ آپ پر قرآن مجید کی صورت میں عظیم ترین نعمت کے نزول کا ذکر ہو (الکہف/۱، الفرقان/۱) یا معراج جیسے اعلیٰ و ارفع مقام سے مشرف کئے جانے کا بیان ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بنی اسرائیل/۱) ۔عبد یا بندہ کے لفظ سے ایک جانب تقرب جھلکتا ہے، دوسری جانب اس سے پیار و محبت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔لیکن ظاہر ہے کہ یہ مقام انہی لوگوں کونصیب ہوتا ہے جو اللہ کی عبادت و بندگی میں اخلاص کے ساتھ منہمک رہتے ہیں اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کا حق ادا کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی مذکورہ آیات اور ان کی تشریحات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم میں جس عبادت یا بندگی کو تخلیقِ انسانی کا مقصد قرار دیا گیا ہے اور جس میں تا حیات سرگرم رہنے کی ہدایت دی گئی ہے وہ زندگی کے تمام شعبوں (مذہبی، سماجی، معاشی و سیاسی) میں اللہ رب العلمین کے حکموں کے سامنے مکمل سپردگی اور ہر معاملہ میں اس کی بے لوث اطاعت و فرماں برداری سے عبارت ہے۔سچ یہ کہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جانے یا اللہ کو خالق و مالک، معبود و مولیٰ اور رازق و پالنہار تسلیم کر لینے کے بعد اب دین و شریعت کے باب میں کسی جزوی شمولیت کی گنجائش نہیں۔ روزمرہ زندگی میں احکامِ الٰہی کی اتباع میں اپنی من چاہی یا pick and choose کی بات نہیں چل سکتی۔اب تو ہر معاملہ میں اللہ و رسول کی اطاعت مطلوب ہے اور فرمانِ خداوندی کے سامنے مکمل سپردگی کا مطالبہ ہے۔قرآن کی یہ آیت بہت ہی صاف لفظوں میں اہلِ ایمان سے یہی مطالبہ کرتی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ/۲۰۸)	اے اہل ایمان والو تم لوگ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

اہم بات یہ کہ اللہ رب العزت کی مکمل فرماں برداری کا یہ رویہ حیاتِ مستعار کے کسی خاص مرحلہ میں مطلوب نہیں بلکہ قرآن اہل ایمان سے تا حیات اس روش کو اختیار کرنے اور اس پر کار بند رہنے کا مطالبہ کرتا ہے اور انہیں یہ دعوت دیتا ہے کہ وہ زندگی کی آخری سانس تک اللہ کی عبادت اور بندگی کے تقاضوں کو پورا کرتے رہیں۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ. وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (الحجر/۹۸-۹۹)

پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اس کی جناب میں سجدہ بجا لاؤ اور آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔

اوپر کی تفصیلات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آخری کتابِ ہدایت انسان کو یہ تعلیم دیتی ہے کہ اللہ کی عبادت کرنا یا اس کی بندگی بجالانا صرف نماز پڑھنے یا دوسرے فرائض انجام دینے تک محدود نہیں، بلکہ گھریلو زندگی میں اللہ کی بندگی کے تقاضے ہیں، لوگوں سے تعلقات و معاملات میں بھی اس کے کچھ مطالبات ہیں اور زراعت و تجارت، صنعت و حرفت اور ملازمت میں بھی اس کی عائد کردہ پابندیاں ہیں، ان تمام باتوں کا پورا پورا خیال رکھنے کا نام ہی اللہ کی بندگی اختیار کرنا ہے۔ آسان لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، بولتے لکھتے ہر حالت میں یہ دیکھنا کہ اللہ رب العزت کس بات سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناراض، اسے کون سا طرز عمل پسند ہے اور کون سا ناپسند اور ہر کام کے وقت اپنی خواہشات پر قابو پاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مرضی کو جاننا، پہچاننا اور اسے مقدم رکھنا ہی راہ مستقیم پر گامزن ہو جانا ہے در اصل یہی سلامتی کا راستہ ہے۔

سورۃ الانعام میں ایک مقام (آیات/۱۵۱-۱۵۲) پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو متعدد ہدایات دی ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور حقوق العباد سے بھی۔ یہ کل نو ہدایات ہیں:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ یعنی صرف اسی کی عبادت کرو۔

(۲) والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو یعنی ان کی فرماں برداری اور خدمت کرتے رہو۔

(۳) مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو۔

(۴) زنا اور اس جیسی کھلی وچھپی برائیوں کے قریب نہ جاؤ۔

(۵) اس شخص کی جان نہ لو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

(۶) یتیموں کے مال کے پاس (بری نیت سے) نہ جاؤ یعنی اس میں بیجا تصرف نہ کرو۔

(۷) ناپ وتول میں انصاف و دیانت داری سے کام لو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۸) جب کسی معاملہ میں فیصلہ کرنا ہو یا گواہی دینی ہو تو حق و انصاف کی بات کہو خواہ کوئی فریق یا صاحبِ معاملہ تمھارا عزیز و قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔

(۹) اللہ سے کیے گئے عہد کو پورا کرو یعنی اس کی بندگی و اطاعت اختیار کرو اور اس کی مقررہ شریعت پر چلو۔

یہ ہدایات بڑی جامع ہیں۔ ان میں اللہ کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید ہے اور بندوں کے حقوق کی نگہداشت کی تلقین بھی ہے۔ اس میں گھریلو و سماجی زندگی کی بہتری و خوش گواری کے اصول وضوابط شامل ہیں اور مالی و معاشی معاملات میں ایمان داری و دیانت داری پر بھی زور ہے۔ ان ہدایات کے بعد آخر میں فرمایا:

ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ. وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (الانعام/۱۵۲-۱۵۳)

یہ چیزیں ہیں جن کی اس نے تمھیں ہدایت فرمائی تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور یہی میرا راستہ سیدھا راستہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کی راہ سے الگ کر دیں۔

یعنی یہ سب پروردگارِ عالم کی بڑی اہم و قیمتی ہدایات ہیں، چاہیے کہ ان کو یاد رکھا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ ان ہدایات پر عمل کرنا درحقیقت اس راہ کو اختیار کرنا ہے جو انسان کو کامیابی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچانے والی ہے۔

یہ تمام باتیں جن کا قرآنی آیات کے حوالہ سے اوپر ذکر کیا گیا بجا طور پر عبادت میں شامل ہیں۔ اگر مختصراً دو لفظوں میں ان کی تعبیر پیش کی جاسکتی ہے تو اس کے لئے سب سے موزوں الفاظ ''عملِ صالح'' ہوں گے جس کا دائرہ قرآن کی اصطلاح میں بہت وسیع ہے۔ اس میں مذہبی فرائض کی بجا آوری شامل ہے اور سماجی و اخلاقی اور اقتصادی و سیاسی زندگی میں دین و شریعت کے تقاضوں کی تکمیل کو بھی یہ محیط ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ عملِ صالح کو نجات و اخروی کامیابی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ (البروج/۱۱)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے یقیناً ان کے لئے جنت کے باغات ہیں جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔

اس کے علاوہ سورۂ عصر میں ایمان کے ساتھ جن تین کاموں کو خسران ونا کامی سے بچاؤ اور سب سے بڑی کامیابی کا ضامن قرار دیا گیا ہے ان میں سب سے پہلے عمل صالح کا ذکر ہے اور سچ پوچھیے تو آخری دو کام (تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر) بھی اسی کا حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ عمل صالح میں ان تمام کام کی انجام دہی شامل ہے جن کے کرنے کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے اور ان سے اجتناب بھی جن سے منع کیا گیا ہے۔ سورۃ العصر کے درس میں عمل صالح کی تشریح کرتے ہوئے مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے بجا فرمایا ہے:

''اس (عمل صالح) کا دائرہ بہت وسیع ہے، اس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، ذکر اللہ اور قربانی جیسی عبادات بھی داخل ہیں اور اچھے اخلاق اور اچھے معاشرتی اعمال بھی، جیسے سچائی، دیانت داری، رحمدلی، صبر، شکر، حسن سلوک، سخاوت، ایثار، غریبوں اور کمزوروں کی خدمت و اعانت، مریضوں کی عیادت، بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت، اہلِ حقوق کے حقوق کی ادائیگی، اپنے سارے دنیوی معاملات، تجارت، ملازمت، شادی بیاہ، سب اللہ و رسول کے حکم یعنی شریعت کے مطابق کرنا، دین سیکھنا، دین سکھانا، اللہ و رسول کے حکم کے مطابق ہجرت اور جہاد۔ یہ سب چیزیں اپنے اپنے درجہ میں ''عمل صالح'' کے وسیع دائرہ میں شامل ہیں'' (درسِ قرآن مولانا محمد منظور نعمانی، محولہ بالا، ص۵۴۲)

آخر میں اس نکتہ کی جانب اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی بجا آوری اور نیک اعمال کی انجام دہی اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہوگی یا اسی صورت میں ثمرات و برکات اپنے ساتھ لائے گی جب یہ خالصۃً اللہ کے لئے ہو اور اس سے محض اسی کی رضا مطلوب ہو۔ کسی دوسرے کی خوشی کی طلب یا کسی دوسری غرض کی آمیزش سے پوری عبادت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اعمالِ صالحہ کی محنت بے سود ثابت ہوگی۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر جہاں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اسی کے ساتھ یہ تاکید بھی کی ہے کہ یہ عبادت صرف اسی کے لئے ہو۔اس میں کسی اور چیز کا شائبہ نہ ہواس لئے کہ خالص عبادت صرف اللہ ہی کا حق ہے،کوئی اور اس کا سزاوار نہیں۔ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّيْنَ. أَلَا لِلَّهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (الزمر/۲۔۳)

[اے نبی] یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف برحق نازل کی ہے لہٰذا اللہ کی عبادت کریں دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔خبردار [سن لیں] دین خالص اللہ ہی کا حق ہے۔

ظاہر ہے کہ اس آیت میں آپ ﷺ کے توسط سے پوری امت بلکہ جملہ انسانیت کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں یعنی اس کی بندگی بجالانے میں اپنے آپ کو ہر طرح کے شرک کے شائبہ سے دور رکھیں اور اسی کی اور اسی کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرلیں اس لئے کہ اخلاص ہی پر عبادت یا عملِ صالح کی قبولیت اور اس کے اجر و ثواب کی تعیین منحصر ہوتی ہے۔خلوصِ نیت کے کیا معنی ہیں؟ عبادت یا نیک عمل میں کس معیار کا اخلاص مطلوب ہے بعض احادیث میں اس کی وضاحت بڑے اچھے انداز میں کی گئی ہے یہاں ایک حدیث کا حوالہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں بعض اوقات کوئی صدقہ وخیرات کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف کریں گے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت (فاعبدالله مخلصاً له الدين الا لله الدين الخالص /الزمر:۲۔۳) تلاوت فرمائی (محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(تفسیر القرطبی)، دارالکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۰ء، ۱۵/۲۰۵)۔

ایک دوسری آیت میں اہلِ کتاب کے مشرکانہ عقاید و اعمال کے پس منظر میں انہیں یاد دلایا گیا کہ آخر انہوں نے یہ مشرکانہ رویہ کیسے اختیار کر لیا جب کہ انہیں یا بنی اسرائیل کو اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ہر طرف سے یکسو ہو کر صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے علاوہ کسی اور سے بندگی کا رشتہ نہ جوڑیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ	اور ان کو اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیا گیا
لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ	تھا کہ وہ اللہ کی بندگی کریں دین کو اس کے
وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ	ساتھ خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر۔

(البینۃ/۴)

اس آیت سے دراصل عہدِ نبوی ﷺ کے اہل کتاب کو یہ گوش گزار کرنا مقصود ہے کہ الٰہِ واحد کی مخلصانہ عبادت ہر نبی کی دعوت کا بنیادی عنصر رہا ہے اور آخری نبی ﷺ توحید کا جو پیغام لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں یہ کوئی نیا پیغام نہیں ہے بلکہ اسی پیغام کی تجدید یا یاد دہانی ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری رسول ﷺ کے زمانہ تک ہر پیغمبر اپنی قوم کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں تو پھر آخر اس پیغام یا دعوت کی مخالفت کیوں کی جا رہی ہے؟ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان کی خیر و عافیت اسی میں ہے کہ وہ آخری نبی ﷺ کے پیغام کو صدق دل سے قبول کر لیں اور اس کے تقاضے کو پورا کریں۔

تصورِ عبادت سے متعلق مذکورہ بالا قرآنی آیات اور ان کی تشریحات کے باوجود آج صورتحال یہ ہے کہ ہم نے عبادت کو صرف فرض عبادات یا ارکان اربعہ میں محصور کر دیا ہے اور دین داری کو نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے دائرہ میں محدود کر رکھا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ دور میں نماز میں جوش و خروش بڑھا ہوا نظر آتا ہے خاص طور سے نوجوان طبقہ میں اس کی بابت بڑی سرگرمی دکھائی دیتی ہے، مسجدیں پہلے کی بنسبت اب زیادہ آباد نظر آتی ہیں۔ رمضان عبادات کی بہار کا موسم کہا جاتا ہے اور اس ماہِ مبارک میں روزہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہتمام کے علاوہ نماز کی پابندی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور تلاوت واذکار میں انہماک بڑھ جاتا ہے اور مختلف طریقہ سے نیکیوں کا خزانہ جمع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا سلسلہ بھی کسی نہ کسی طرح جاری رہتا ہے اور خاص طور سے رمضان میں مدارس اور دینی اداروں کے سفراء کی بدولت اصحاب ثروت کو اس کی توفیق زیادہ نصیب ہوتی ہے۔ استطاعت کے بعد حج سفر کی تیاری شروع ہو جاتی ہے، اس کی ضروری سہولیات کی فراہمی کے لئے کوشش کی جاتی ہے اور سفر کی منظوری ملنے پر زیارت حرمین شریفین کی طلب شدید سے شدید تر ہو جاتی ہے۔ پھر اس کی سعادت نصیب ہونے اور ان کے جلو میں قیام پر دل و دماغ پر ایک عجیب وغریب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اللہ رب العٰلمین سے تعلق مضبوط کرنے کی خواہش موج زن ہوتی ہے، سنتِ رسول ﷺ کی پیروی کی تحریک پورے زور شور سے پیدا ہوتی ہے اور حرمین شریفین میں عبادت کی برکات سمیٹنے اور ثواب لوٹنے کی حرص دل میں گھر کر لیتی ہے بلکہ اس باب میں ایک طرح سے مسابقت کا ماحول گرم ہو جاتا ہے۔

عبادات کی انجام دہی میں یہ جوش وخروش اور انہماک نہ صرف مطلوب بلکہ بڑی مستحسن اور قابلِ قدر بات ہے۔ اس میدان میں جس قدر تگ ودو کی جائے کم ہے۔ لیکن عبادت کو صرف انہی باتوں میں محدود رکھنا اور انہی کے پورا کرنے پر دین داری کو موقوف سمجھنا قرآن کے تصورِ عبادت سے میل نہیں کھاتا جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا۔ آج مسلم معاشرہ کی حالت یہ ہے کہ نماز روزہ کی پابندی کرنے والوں میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہ ہیں۔ سماجی و معاشی زندگی کے لئے اللہ کے احکام کیا ہیں؟ ان سے متعلق رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟ اس کی خبر نہیں رکھتے اور اگر معلوم ہے تو ان پر توجہ نہیں دیتے یا ان پر عمل کو دین داری کا حصہ نہیں سمجھتے۔ یہ حقیقت اکثر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ رب العزت نے اپنی عبادت واطاعت کے حکم کے ساتھ اپنے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی سخت تاکید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (النساء/۳۶)

اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین، قرابت مندوں، یتامیٰ، مساکین، قرابت دار پڑوسی، بیگانہ پڑوسی، ہم نشیں مسافر اور اپنے مملوک کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ بے شک اللہ اترانے والوں اور غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

ظاہر ہے کہ اس آیت میں جو احکام دئے گئے ہیں ان کی نوعیت یکساں ہے۔ بالفاظ دیگر جس طرح صاحب ایمان کے لئے اللہ کی عبادت فرض ہے اسی طرح والدین، پڑوسی، اقرباء، یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ واقعہ یہ کہ پڑوسی ورشتہ داروں وغریبوں کے حقوق کی نگہ داشت، ان کی خبر گیری، بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا محتاج ہوں تو ان کی اعانت کرنا، نادار ہوں تو ان کی کفالت کرنا، بے سہارا ہوں تو انہیں سہارا دینا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اسلام کی صرف اخلاقی تعلیمات کا حصہ نہیں ہیں بلکہ یہ عین دین داری کا تقاضا اور اس کی بندگی بجالانا ہے اس لئے کہ اللہ کے بندوں کے حقوق کا پورا کرنا اللہ کے احکام کی تعمیل ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح نماز پڑھنا اس کے حکم کی پیروی میں ہوتا ہے۔

یہ بات بخوبی معروف ہے کہ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر بلا کسی امتیاز سب کے ساتھ حسنِ اخلاق کے مظاہرہ کی ہدایت ملتی ہے۔ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنے کے باب میں قرآن اتنا حساس ہے کہ اس کو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی کسی سے ملاقات کے وقت ترش روئی سے پیش آئے، منھ ٹیڑھا کر کے اس سے ملے یا تکبر وغرور کا رویہ اختیار کرے (سورہ بنی اسرائیل ولقمان میں اس طرح کی قرآنی ہدایات بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں)۔ آج اس باب میں ہمارا رویہ اس حد تک پست ہو گیا ہے کہ ہم نے خوش خلقی کے اظہار کے پیمانے مقرر کر لئے ہیں۔ مسلک، مکتبِ فکر، فرقہ وعلاقہ کے اعتبار سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم نے اخلاق کی الگ الگ سطحیں بنالی ہیں۔ اپنے ہم مسلک یا ہم خیال لوگوں کے ساتھ جس اخلاق کریمانہ سے ہم پیش آتے ہیں دوسروں کے ساتھ انہیں برتنے میں ہمیں تکلف محسوس ہوتا ہے۔ جس خندہ پیشانی وکشادہ دلی کا مظاہرہ اپنوں سے کرتے ہیں غیروں کے ساتھ کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر اپنے جاننے والوں کی اعانت میں جس فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہیں دوسروں کی احتیاج کے وقت اس سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ کے حکموں کو پورا کرنا، لین دین میں دیانت داری سے کام لینا، خرید وفروخت میں ایمان داری کا ثبوت دینا، زراعت، تجارت، صنعت وحرفت میں شریعت کے اصول وضوابط کا پاس ولحاظ رکھنا، امانت رکھنے پر اس کے تقاضوں کو پورا کرنا، وعدہ کرنے پر اسے وقت پر پورا کرنا، کسی سے کوئی بات کہنی ہو تو سچ سچ کہنا، گواہی کا معاملہ ہو تو انصاف سے کام لینا یا مختصر لفظوں میں معاملات میں قرآن وحدیث کے اصول وتعلیمات پر عمل کرنا بڑا مشکل کام ہے بلکہ انتہائی دشوار گذار گھاٹی سے گذرنا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ ان سب باتوں کو عبادت سے الگ سمجھا جاتا ہے اور انہیں اللہ کی بندگی بجا لانے کے تقاضوں میں نہیں شمار کیا جاتا، جب کہ حقیقت یہ کہ نماز روزہ کرنا آسان ہے لیکن معاملات میں کھرا اور پکا اترنا بڑا کٹھن کام ہے۔ اچھے اچھے لوگ اس میدان میں پھسل جاتے ہیں اور نفس کے بہکاوے میں آکر لغزش کھا جاتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ معاملات میں ایمان داری ودیانت داری کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نفس سے ٹکر لی جائے، خواہشات کو دبایا جائے، ناجائز ذرائع سے بچنے کے لئے مالی منفعت سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور مالی نقصان کو گوارا کیا جائے، سچائی کی خاطر اپنوں سے دشمنی مول لی جائے اور دوستوں ورشتہ داروں کو ناراض کیا جائے تو اسے عبادت نہ تصور کیا جائے اور دین داری نہ سمجھا جائے۔ مسجد میں اللہ کی عبادت کرنا اور مسجد کے باہر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنا، نماز روزہ میں اپنے اوپر رجوع الی اللہ اور انابت کی کیفیت طاری کرنا اور پھر اپنی روزمرہ مصروفیات میں وعدہ خلافی، بدعہدی وبددیانتی میں ملوث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونا ان عبادات کے تقاضوں کے خلاف ہے جنہیں صحیح معنوں میں عبادت سمجھا جا تا ہے۔اس لئے کہ نماز ہو یا دوسری عبادات ان سے تو یہی تربیت مقصود ہوتی ہے کہ ہر معاملہ میں اللہ کی اطاعت کی جائے اور ہر مسئلہ میں اس کی کتاب و رسول کو رہنما مانا جائے۔دراصل فرض عبادات کی بجا آوری سے یہی ذہن بنتا ہے اور بننا چاہیئے کہ جس طرح اس میں حکمِ الٰہی کی تعمیل ہے اسی طرح عہد کا پاس ولحاظ رکھنا، وعدہ پورا کرنا، کسبِ مال میں جائز ذرائع اختیار کرنا، مالی معاملات میں دیانت داری کا مظاہرہ کرنا،ٹھیک ٹھیک ناپنا تولنا،مزدور و ملازم کا حق ادا کرنا، امانت میں خیانت سے بچنا، یتامیٰ و بیواؤں کے مال و جائداد کو تحفظ دینا بھی احکام الٰہی کی بجا آوری ہے جیسا کہ قرآن میں بار بار ان احکام پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن کا تصورِ عبادت بڑی وسعت و جامعیت رکھتا ہے۔ یہ صرف فرض عبادات بجالانے تک محدود نہیں ہے۔اس میں معاشرہ کے کے مختلف طبقہ کے لوگوں کے حقوق کی ادائیگی، کسبِ مال میں جائز و ناجائز حدود کی رعایت،مال خرچ کرنے اور وسائل و اسباب کے استعمال میں فضول خرچی و نمائش سے اجتناب،خرید و فروخت اور دوسرے معاملات میں دیانت داری کے اصولوں پر عمل آوری، لین دین میں قول وقرار کی پابندی جیسے امور بھی شامل ہیں۔موجودہ صورتحال میں ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کے سامنے قرآن کے جامع تصورِ عبادت کی تشریح وتوضیح کی جائے اور خاص طور سے سماجی و معاشی زندگی اور مالی معاملات سے متعلق قرآنی ہدایات وتعلیمات کو بار بار سامنے لایا جائے اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ حقیقت بٹھائی جائے کہ ان ہدایات وتعلیمات پر صدق دل سے عمل کرنا بھی عبادت ہے۔اچھی بات خود یاد رکھنا، دوسروں کو یاد دلانا اور نیکی کی طرف بلانا ہر حال میں باعث خیر ہے۔اللہ کرے ہم سب کو اس کی توفیق نصیب ہو(آمین ثم آمین)۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com